کے ساتھ مقتدیوں کی تسبیحات پوری ہو گئی ہیں۔ اور پھر مقتدیوں میں بھی کوئی جلدی پڑھنے والا ہوتا ہے۔ کوئی آہستہ کسی کی زبان موٹی ہوتی ہے۔ وہ بہت دیر میں پوری کرتا ہے بلکہ اس صورت میں جہر ہو تب بھی حساب پورا ہونا مشکل ہے۔ خاص کر جو لوگ امام سے دور ہیں۔ جہاں آواز پہنچنی مشکل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز تسبیح میں جماعت کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ فقط

عبداللہ امرتسری روپڑی ۳۰ صفر ۱۳۸۳ھ ۲۲ جولائی ۱۹۶۳ء

نماز عیدین کا بیان

عورتوں کا عیدگاہ میں جانا

سوال :۔ کیا عورتوں کا عیدگاہ میں جانا ضروری ہے ؟

جواب :۔ اُم عطیہ فرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم دیا گیا کہ حیض والیوں، پردہ والیوں کو بھی عیدین میں نکالیں تاکہ مسلمانوں کی دعاء اور جماعت میں شامل ہو جائیں۔ لیکن حائضہ عورت نماز کی جگہ سے الگ رہے۔ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ بعض وقت ہم سے کسی کے پاس چادر نہیں ہوتی تو فرمایا اس کی سہیلی اپنی چادر سے اُس کو پہنا دے (مشکوٰۃ)

اس سے ظاہر ہے کہ عورتیں ضرور عیدین میں پردے کے ساتھ شامل ہوں لیکن خوشبو وغیرہ نہ لگائیں، اور زینت بھی ظاہر نہ کریں۔ یہ سنت بھی متروک ہے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

نماز کا خطبہ سے پہلے ہونا اور منبر کا عیدگاہ میں نہ ہونا

سوال :۔ خطبہ سے پہلے نماز پڑھنی چاہیئے یا خطبہ کے بعد اور عیدگاہ میں منبر لے جانا کیسا ہے۔؟

جواب :۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اضحیٰ اور عید فطر میں نکلتے۔ پہلے نماز پڑھتے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور لوگ اپنی اپنی نماز کی جگہ بیٹھے رہتے۔ اگر کسی لشکر بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو بھیج دیتے یا کوئی اور حاجت ہوتی تو اس کا حکم دیتے اور کہتے صدقہ کرو، صدقہ کرو، صدقہ کرو

زیادہ صدقہ کرنے والی عورتیں ہوتیں، پھر فارغ ہو جاتے۔ مروان کے زمانہ تک یہی حال رہا۔ جب مروان برسر اقتدار آیا تو میں مروان کے ساتھ نکلا۔ یہاں تک کہ ہم عیدگاہ میں پہنچے۔ کثیر بن الصلت نے مٹی اور اینٹ سے منبر بنایا ہوا تھا۔ مروان نے مجھ سے ہاتھ چھڑا کر منبر کی طرف جانا چاہا۔ میں نے اس کو نماز کی طرف کھینچا۔ اور میں نے کہا نماز شروع کرنے کا حکم کہا گیا ہے۔ مروان نے کہا اے ابوسعید! جو باتیں تو جانتا ہے وہ چھوڑ دی گئیں میں نے کہا جو میں جانتا ہوں اس سے بہتر تم نہیں لاسکتے پھر ابوسعید چلے گئے (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے کئی مسائل معلوم ہوتے۔ ایک یہ کہ نماز خطبہ سے پہلے ہے۔ دوسرا یہ کہ عیدگاہ میں منبر خلافِ سنت ہے۔ تیسرا یہ کہ مجمعوں میں چندہ وغیرہ کی تحریک جائز ہے۔ چوتھا یہ کہ خطبہ میں وقتی ضروریات لشکر وغیرہ کے بھیجنے کا پروگرام بھی مرتب ہو سکتا ہے۔ پانچواں یہ کہ خواہ کتنا بڑا شخص ہو۔ اگر وہ خلافِ سنت کرے تو اس پر انکار کرنا ضروری ہے۔ چھٹا یہ کہ نماز عید باہر کسی میدان میں پڑھنی چاہیئے۔ ہاں اگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو مسجد میں بھی پڑھنی جائز ہے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

تعاقب

حضرت محدث روپڑی رح نے لکھا ہے کہ عیدگاہ میں منبر سنت کے خلاف ہے۔ اس استدلال پر مولوی سفیرالدین نے حسب ذیل تعاقب کیا ہے۔

آپ نے مذکورہ بالا ابوسعید خدری رض کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عیدگاہ میں منبر خلافِ سنت ہے اس کے متعلق خیال یہ ہے کہ عیدگاہ میں منبر لے جانا مسنون طریقہ ہے۔ چنانچہ بروایت ابی داؤد شرح عون المعبود جلد ثالث ص۵ میں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَضْحٰى وَالْمُصَلّٰى فَلَمَّا قَضٰى خُطْبَتَهٗ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهٖ۔

اس حدیث کی شرح میں مولانا شمس الحق صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فِيْهِ ثُبُوْتُ وُجُوْدِ الْمِنْبَرِ فِي الْمُصَلّٰى وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ عَلَيْهِ۔

یعنی اس حدیث سے عیدگاہ میں منبر کا ثبوت ملتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ دیتے تھے

جواب

یہ حدیث جس میں منبر کا ذکر ہے ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مطلب ہے جو جابرؓ سے روایت کرتا ہے۔ اس نے جابرؓ سے سنا نہیں (عون المعبود جلد ۱ صفحہ ۴۳۵) پس یہ روایت منقطع ہوئی جو ضعیف کی قسم ہے اور ممکن ہے منبر سے مراد میدان کی اونچی جگہ ہو چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی ایک حدیث میں حرف نزل ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اس پر عون المعبود میں لکھا ہے۔ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ خُطْبَتَہٗ کَانَتْ عَلٰی شَیْءٍ عَالٍ (عون المعبود جلد اول صفحہ ۴۴۲) یعنی یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کا خطبہ کسی بلند شے پر تھا اس طرح سے سب احادیث میں تطبیق ہو جائیگی۔ اگر منبر نکالنا مسنون ہوتا تو مروان پر صحابہ کے عام مجمع میں انکار نہ ہوتا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

نمازِ عید کا مسجد میں ادا کرنا

سوال: ۔ نمازِ عید مسجد میں پڑھنی جائز ہے۔؟

جواب: ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بارش ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عید مسجد میں پڑھائی۔ (مشکوٰۃ) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کی نماز میدان میں پڑھنی چاہیئے۔ البتہ اگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو عید کی نماز مسجد میں پڑھنی جائز ہے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ۱۸ اپریل ۱۹۳۷ء

نماز سے پہلے خطبہ

سوال: ۔ آج کل بعض مولوی نمازِ عید سے پہلے خطبہ بیان کرتے ہیں۔ کیا نمازِ عید سے پہلے تلاوتِ قرآن، کوئی وعظ، خطبہ اور نعت وغیرہ پڑھنا جائز ہے؟

جواب: ۔ نمازِ عید سے پہلے خطبہ خلافِ سنّت ہے۔ حدیث میں خطبہ نمازِ عید کے بعد آیا ہے۔ پہلے خطبہ پڑھنا مروان نے جاری کیا تھا جس پر ابوسعید خدری رضؓ نے سخت انکار کیا۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین نعت یا تلاوت قرآن مجید یا پھر وعظ یہ سب خطبہ میں شامل ہیں۔

عبداللہ امرتسری ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ ۲۶ مئی ۱۹۶۱ء

عید اور جمعہ کا اجتماع باعثِ رحمت ہے یا زحمت

سوال: ۔ عید اور جمعہ ایک دن آجائیں تو اس کو بدشگونی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ عام لوگوں میں

مشہور ہے کہ دو خطبوں کا ایک دن اکٹھے ہونا زحمت اور مصیبت کا باعث ہوتا ہے اور یہ دن بڑا بھاری ہوتا ہے خصوصاً حاکم وقت پر اس کا بہت زیادہ بوجھ ہوتا ہے؟ لوگوں کا یہ خیال کہاں تک درست ہے۔؟

محمد ابراہیم خطیب جامع اہل حدیث موضع انگلا ضلع گوجرانوالہ

جواب:۔ اس خیال کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ ایسا خیال کرنے والوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ عید اور جمعہ ایک دن آجائیں تو دونوں کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس سے عید کی خوشی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور حاکم وقت کو عید اور جمعہ دونوں کا باقاعدہ انتظام کرنا ہوتا ہے اور یہ زحمت کا باعث ہے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ اس لحاظ سے عید اور جمعہ کا اجتماع بے برکتی کا نہیں بلکہ زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ عید کے دن جمعہ کی معافی شریعت نے صرف اس لئے دی ہے کہ جمعہ نہ پڑھنے والا گنہگار نہ ہو ورنہ دونوں کی ادائیگی یقیناً زیادتی اجر کا باعث ہے۔ اگر زحمت سے مراد یہ ہو کہ عید اور جمعہ کا اکٹھا ہونا ہی بے برکتی کا باعث ہے تو یہ خیال بھی شرعی لحاظ سے نہ صرف بے اصل اور بے ثبوت ہے بلکہ احادیث نبوی کے صریح خلاف ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے آ گئے تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔

اِجْتَمَعَ عِيْدَانِ فِيْ يَوْمِكُمْ هٰذَا (ابن ماجه)

تمہارے لئے آج کے دن دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں

عید خوشی کے دن کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب تھا کہ آج تمہارے لئے دو خوشیاں ہیں۔ عید اور جمعہ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا۔ عید اور جمعہ کا ایک دن میں اجتماع زیادہ برکت اور خوشی کا باعث ہے نہ کہ نحوست اور بے برکتی کا اور اس زمانہ میں حاکم وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تھی تو کیا (معاذ اللہ) نبی علیہ السلام کے لئے یہ چیز نحوست اور بے برکتی کا باعث ہو سکتی ہے۔ ایسا خیال بالکل غلط اور وہم فاسد ہے۔

اس قسم کے بیہودہ خیالات لوگ زمانہ جاہلیت میں رکھتے تھے چنانچہ مشکوٰۃ باب اعلان النکاح فصل اول میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔

لوگ ماہ شوال کو اچھا نہیں سمجھتے حالانکہ میرا نکاح اور میری رخصتی دونوں کام ماہ شوال میں ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مجھ سے بڑھ کر خوش نصیب کون تھی؟ اس بنا پر عائشہ صدیقہ رضا اپنی قریبی عورتوں کی رخصتی ماہ شوال میں کیا کرتی تھی تاکہ لوگوں کے دلوں سے یہ خیال فاسد ختم ہو جائے۔

آج کل بعض لوگ ماہ محرم میں کوئی خوشی کا کام نہیں کرتے۔ یہ خیال بھی ایسا ہے جیسے ماہ شوال کی نسبت زمانہ جاہلیت کا خیال تھا۔ ایسی توہم پرستی شریعت محمدیہ میں جائز نہیں۔ اہل اسلام کو ایسے خیالات سے پرہیز چاہیئے۔ رہی یہ بات کہ شرعی اعتبار سے کوئی دن یا کوئی وقت نحوست اور بے برکتی کا باعث ہو سکتا ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہ کوئی دن یا کوئی وقت ایسا نہیں۔ ہاں کسی قوم کے لحاظ سے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے عذاب میں آجائیں۔ وہ دن نحس ہوتا ہے جس میں وہ ہلاک ہوں جیسے قرآن مجید میں قوم عاد کی بابت ارشاد ہے۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا (سورۃ حٰم سجدہ)

یعنی ہم نے قوم عاد پر نحوست کے دنوں میں ہوا بھیجی تاکہ ہم ان کو زندگی میں ذلت کا عذاب چکھائیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ چیز عام نہیں بلکہ صرف اس قوم کے لئے ہے جو عذاب الٰہی سے اُس دن عذاب میں ہلاک ہو اُس کو عام لوگوں کے لئے منحوس سمجھنا شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر یہ چیز عام ہوتی تو اللہ تعالےٰ منحوس دنوں کا ہمارے لئے تعین فرما دیتا تاکہ ہم ان سے پرہیز رکھتے۔ کسی دن کا یقین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ فی نفسہ کوئی دن یا کوئی وقت نحوست کا باعث نہیں بلکہ اس آیت سے کسی دن کو منحوس سمجھنے کی تردید ہوتی ہے کیونکہ سورۃ الحاقہ میں ہے۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ

یعنی قوم عاد پر عذاب الٰہی کی ہوا سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی

اگر یہ دن سب کے لئے منحوس ہوتے تو پھر ہفتہ میں خیر و برکت کا کوئی دن باقی نہ رہتا کیونکہ ہفتہ کے کل سات دن ہی ہوتے ہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ - ۲۶ مئی ۱۹۶۱ء

عورت عید کی نماز پڑھا سکتی ہے

سوال :۔ عیدین کی نماز علیحدہ ہو کر کسی عورت کی امامت میں پڑھ سکتی ہیں یا نہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ثابت نہیں تو کیا آپ کے بعد کسی زمانہ میں ثابت ہے کہ عورتوں نے عیدین کی نماز علیحدہ پڑھی ہو۔

محمد اسماعیل ولد حاجی علی محمد چک ۲۶۵ ہارون آباد (بہاولپور)

جواب :۔ عورتوں کی علیحدہ امامت کا مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس لئے اس کے متعلق کوئی واقعہ نہ ملے تو اس سے اس کا عدم جواز یا بدعت ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھئے پانچ وقتی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت ام ورقہ کو علیحدہ امامت کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے اور حضرت عائشہ بھی رمضان میں امامت کراتی تھی۔ چنانچہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں اس کی تفصیل ہے مگر اس چیز کا عام رواج نہیں ہوا۔ اسی بناء پر حنفیہ کا خیال ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ چنانچہ صاحب فتح القدیر نے باوجود حنفی ہونے کے اس کی تردید کی ہے۔ پس جب پانچوقتی نماز یا تراویح کا یہ حال ہے کہ عام رواج نہیں ہوا تو اس بناء پر عیدین کے متعلق خاص واقعہ ملنا تو بہت مشکل ہے۔ ہاں پانچوقتی نماز سے استدلال ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب ایک نماز میں ایک چیز ثابت ہو جائے تو سب نمازیں اس میں یکساں ہوتی ہیں جب تک کوئی مانع نہ ہو مثلاً پانچ وقتی نماز جوتہ کے ساتھ پڑھنے کا ذکر آجائے تو یہی نماز عیدین، جمعہ، نماز کسوف کے لئے کافی ہے۔ اس کے لئے الگ واقعہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی حال لاہور ماڈل ٹاؤن
سی بلاک کوٹھی نمبر ۱۴۹۔ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۵ء

نماز عیدین کی تکبیرات

سوال :۔ نماز عیدین میں کتنی تکبیرات کہی جاتی ہیں اور ان کا محل کیا ہے۔

جواب :۔ (۱) کثیر بن عبداللہ اپنے باپ سے وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین میں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں قرأت سے پہلے پانچ کہیں (مشکوٰۃ)

۲- جعفر بن محمد سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر رضہ۔ عمرؓ نے عیدین میں اور نماز استسقاء میں پہلی رکعت میں سات دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور قرأت بلند آواز سے پڑھی (مشکوٰۃ)

اس میں اختلاف ہے کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں تکبیر تحریمہ کے ساتھ مراد ہیں یا تکبیر تحریمہ کے بغیر لیکن ظاہر حدیث سے دوسری صورت ظاہر ہوتی ہے۔ ہاں حضرت عائشہ رضہ سے دارقطنی میں حدیث ہے سوی تکبیرۃ الافتتاح یعنی رکوع کی تکبیروں کے سوا۔ لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے۔

چونکہ صریح صحیح دلیل کسی طرف نہیں، اس لئے اس میں تشدد نہ کرنا چاہیئے۔ کوئی تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے سوا سات پانچ کہے یا اس کے ساتھ ابن عبدالبر کہتے ہیں۔ پہلا امام شافعی رحہ کا مذہب ہے دوسرا امام مالک کا۔ تحفۃ الاحوذی ص۳۳ - سعید بن عاصؒ کہتے ہیں۔ میں نے ابوموسیٰ رضہ اور حذیفہ رضہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اضحیٰ اور فطر میں کس طرح کہتے تھے۔ ابوموسیٰ رضہ نے کہا جیسے جنازہ پر چار تکبیریں کہتے ہیں، اس طرح چار کہتے تھے حذیفہ رضہ نے تصدیق کی کہ ابوموسیٰ رضہ نے سچ کہا۔

مگر اس حدیث کی اسناد میں عبدالرحمن بن ثوبان راوی ضعیف ہے۔ اور دوسرا راوی ابوعائشہ ہے وہ مجہول ہے۔ سات پانچ والی روایت کی کئی سندیں ہیں۔ وہ حسن کے درجہ سے کم نہیں۔ اس لئے راجح یہی ہے کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہے اور دوسری میں پانچ کہے اور کہے بھی قرأت سے پہلے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

نماز عید سے پہلے کچھ کھانا

سوال :۔ نماز عید سے پہلے کچھ کھانا چاہیے یا بغیر کچھ کھائے نماز عید کے لئے جانا چاہیئے۔

جواب :۔ بریدہ رضہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر میں کھائے بغیر نہیں نکلتے تھے حضرت انسؓ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن چند کھجوریں کھائے بغیر نہیں نکلتے تھے اور عیدالاضحیٰ میں پڑھنے سے پیشتر نہیں کھاتے تھے (مشکوٰۃ)

عید فطر کے دن نماز سے پہلے کھجوریں کھانے میں یہ حکمت ہے کہ روزے کا شبہ نہ ہو کیونکہ پہلے سارا مہینہ

روزوں کا گذرا ہے۔ نیز خالی پیٹ میٹھی شے معدہ اور نظر کو طاقت دیتی ہے۔ خاص کر کھجوروں میں اور بہت سی خصوصیات ہیں، جن سے بعض احادیث میں بھی آتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص مدینہ کی عجوہ قسم کھجوریں سات عدد ہر روز صبح کھائے تو اُس کو زہر اور جادو نقصان نہیں دیگا۔ اور طاق کھانے میں حکمت یہ ہے کہ خدا یاد آجائے۔ حدیث میں ہے اِنّ اللّٰہ وتر یحب الوتر۔ اللہ تعالےٰ طاق ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے۔

عید الاضحیٰ میں بعد کھانے میں یہ حکمت ہے کہ کھانے پینے کے شغل میں نماز کی تاخیر ہو کر کہیں قربانی میں زیادہ دیر نہ ہو جائے۔ کیونکہ قربانی نماز کے بعد ہوتی ہے۔ بعض علماء نے یہ حکمت بھی بیان کی ہے کہ قربانی کا گوشت برکت والی شے ہے اس لئے پیٹ میں پہلے جانا چاہیئے اور قربانی چونکہ نماز کے بعد ہے۔ اس لئے کھانا بھی بعد کو مسنون ہے۔ یہی وجہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید الاضحیٰ بہت جلد پڑھتے تھے یعنی تھوڑا سورج اُوپر آتا تو پڑھ لیتے۔

مسند احمد میں حدیث ہے۔

ولا یاکل یوم الاضحیٰ حتی یرجع فیاکل من اضحیتہ (منتقی)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اضحیٰ میں نہ کھاتے یہاں تک کہ لوٹیں۔ نماز سے فارغ ہو کر قربانی کا گوشت کھاتے۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی

۸ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۳۲ء

عید کے دو خطبے

سوال:۔ عید میں ایک ہی خطبہ ہے یا جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں۔

جواب:۔ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی طرح عید کے بھی دو خطبے پڑھے ہوں۔ البتہ ابن ماجہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں نکلے پس آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا پھر بیٹھ گئے پھر اُٹھے۔ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اس میں اسماعیل بن مسلم راوی ہے اس کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ نیز اس میں ابوالزبیر راوی ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

بزار میں سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی اور دو خطبے دیئے اور دونوں کے درمیان بیٹھ کر فصل کیا۔ ہیثمی رحؒ نے کہا ہے کہ اس کی سند میں مجہول الحال راوی ہیں۔

ابن مسعود سے مروی ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ عیدین کے دو خطبے پڑھے جائیں اور دونوں کے درمیان بیٹھا جائے۔ لیکن نووی رحؒ نے خلاصہ میں کہا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف اور غیر متصل ہے۔

دو خطبہ کی روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر جمعہ پر قیاس سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ عیدین کے جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں۔

تکبیرات کا محل

سوال :۔ تکبیرات عیدین پہلی رکعت میں الحمد شروع کرنے سے پہلے اور سبحانک اللھم پڑھنے سے بعد ادا کرنی چاہییں یا سبحانک اللھم پڑھنے سے پہلے تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرنی چاہییں اس کا جواب صحیح حدیث سے تحریر فرمائیں۔

جواب :۔ حدیث میں عیدین کی تکبیریں قرأت سے پہلے کہنے کا ذکر آیا ہے۔ بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیدین کی تکبیریں سبحانک اللہم کے بعد ہیں۔ ورنہ قرأت سے پہلے کی بجائے سبحانک اللھم سے پہلے کا ذکر ہوتا۔ لیکن اگر کوئی پہلے کہہ لے تو بھی حرج نہیں۔ کیونکہ حدیث میں صراحت کسی جانب نہیں آتی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

کیا حاجی مکہ معظمہ میں نماز عید پڑھے

سوال :۔ کیا مکہ میں حاجیوں کے لئے عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ حضرت جابر رضؓ کی لمبی حدیث میں ہے۔

اتی الجمرة التی عند الشجرة فرماها بسبع حصیات یکبر مع کل حصاة منها مثل حصی الخذف رمی من بطن الوادی ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلثا وستین بدنة بیده (مشکوٰۃ باب قصۃ حجۃ الوداع صفحہ ۲۲۶)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے قریب ہے۔ اس کو چھوٹے سات کنکر مارے جو دو انگلیوں سے مارے جاتے ہیں۔ پھر قربان گاہ کی طرف لوٹے پس تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے قربان کئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی پر نمازِ عید نہیں۔ اگر نمازِ عید ہوتی تو آپ جمروں سے فارغ ہو کر نمازِ عید پڑھ کر قربانی کرتے کیونکہ قربانی نمازِ عید کے بعد ہوتی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

تکبیراتِ عیدین و تکبیراتِ جنازہ کے ساتھ رفع الیدین

سوال:۔ ہمارا معمول ہے کہ ہم اہلحدیث نمازِ عیدین کی تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرتے ہیں۔ لیکن اس سال نمازِ عیدالفطر کے موقع پر ایک مولوی صاحب نے خطبہ میں بیان کیا کہ تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین کرنے اور نہ کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس کی وضاحت فرمائیں نیز تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر کرنا بھی ثابت ہے یا نہیں۔

محمد ابراہیم بوریوالا ضلع ملتان

جواب:۔ مغنی ابن قدامہ میں ہے۔

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ مع التکبیر قال احمد اما فاری ان ھذا الحدیث یدخل فیہ ھذا کلہ وروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یرفع فی کل تکبیرۃ فی الجنازۃ وفی العید رواہ الاثرم ولا یعرف لہ مخالف فی الصحابۃ انتہی۔

یعنی روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تھے۔ امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہر نماز کی تکبیر کو شامل ہے اور حضرت عمر فاروق رضؓ سے روایت ہے کہ وہ جنازے میں اور عیدین میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس کو اثرم نے روایت کیا ہے اور صحابہ کرامؓ سے اس مسئلہ میں حضرت عمر رضؓ کا خلاف کرنے والا کوئی معلوم نہیں۔

حضرت عمر رضؓ کے اس عمل کو بیہقی نے بھی جلد ۳ صفحہ ۲۹۳ میں روایت کیا ہے۔ لیکن اس میں ایک راوی

ابن لہیعہ ضعیف ہے۔

نیز ابوداؤد۔ دارقطنی۔ بیہقی میں بقیہ کے واسطے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو ہر تکبیر میں رکوع سے پہلے ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ نماز پوری ہو جاتی۔

حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں کہ امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے اس حدیث سے تکبیرات عیدین میں ہاتھ اٹھانے پر استدلال کیا ہے کیونکہ یہ حدیث عام ہے اور بقیہ کی موافقت ابن اخی الزہری نے بھی کی ہے۔ بقیہ راوی ضعیف ہے لیکن ابن اخی الزہری کی موافقت سے اس کی تلافی ہو گئی۔ (دارقطنی ص۱۰۸)

عیدین کی تکبیروں کے درمیان ذکر کرنے کے متعلق صرف حضرت جابرؓ کی ایک روایت ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن جابر قال مضت السنة ان یکبر والصلوٰۃ فی العیدین سبعا وخمسا یذکر اللہ ما بین کل تکبیرتین (اخرجه البیهقی جلد ۳ ص۲۹۲)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس بارہ میں سنت گذر چکی ہے کہ عیدین میں سات اور پانچ تکبیریں ہیں۔ اور ہر دو تکبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اس روایت کی سند میں بعض راویوں کے حالات معلوم نہیں۔ اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن علماء کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ اس درجہ کی ضعیف روایت پر فضائل اعمال میں عمل درست ہے جب کہ اس کے خلاف کوئی صحیح روایت نہ ہو۔ اور ذکر کوئی معین نہیں۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے یا کوئی اور ذکر کرے سب صحیح ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

نماز عید مسجد میں پڑھنی چاہیئے یا میدان میں

سوال :۔ ہمارے یہاں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ عید کی نماز مسجد میں پڑھنی چاہیئے یا میدان میں فریقین نے اپنے اپنے دلائل بیان کئے جو حسب ذیل ہیں۔

زید کے دلائل۔ کھلے میدان میں نماز عید ادا کرنی مسنون ہے۔ کسی عذر یا خوف بارش وغیرہ کے بغیر

مسقف مسجد میں عید پڑھنا درست نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کھلے میدان میں عید پڑھتے رہے۔ لہٰذا میدان میں نماز عید پڑھنی مسنون و افضل ہے۔

بکر کے دلائل

میدان میں بعض وقت نجاست بھی ہوتی ہے۔ جب مسجد (جو مسقف ہو یا غیر مسقف) کافی سے زیادہ جگہ کی گنجائش ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ میدان میں نمازیں پڑھی جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میدان میں نماز عید گزارنا صرف اس وجہ سے تھا کہ مسجد نبوی میں جگہ کی تنگی تھی۔ اور قرب وجوار کے لوگوں کا اجتماع صلوٰۃ عیدین کے لئے کثیر ہوتا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے میدان میں نماز عید ادا کی۔ ورنہ جس مسجد میں ایک رکعت پر پچاس ہزار رکعتوں اور دو رکعتوں پر ایک لاکھ رکعتوں کا ثواب ملتا ہو۔ حضورؐ اپنے صحابہ کو اتنے کثیر ثواب سے ہرگز محروم نہ فرماتے۔ اگر صلوٰۃ عیدین میدان ہی میں پڑھنا افضل ہوتا تو وہ اہل مکہ کو حکم فرماتے کہ مسجد حرام میں نماز عید نہ پڑھا کرو۔ بلکہ بیرون شہر میدان میں جایا کرو۔ نہ خلافتِ راشدہ میں ممانعت ہوئی۔ نہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے نو سالہ عہد خلافت میں ایسا حکم ہوا آج تک مسجد حرام میں صلوٰۃ عیدین برابر ادا کی جا رہی ہیں۔

محاکمہ بین الفریقین

جواب :- امام شافعی رحمہ، امام مالک رحمہ وغیرہ کے مابین اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں ——— مسجد فراخ ہو تو مسجد بہتر ہے۔ دلیل یہی دیتے ہیں جو بکر نے دی ہے۔ یعنی مکہ شریف کے لوگ باہر نہیں نکلتے ——— اور امام مالکؒ وغیرہ کہتے ہیں۔ میدان افضل ہے۔ اور اس پر دو دلیلیں دیتے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عید کی نماز میدان میں پڑھی ہے۔ اور جس کام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشگی کریں وہ مقام افضلیت سے نہیں اتر سکتا۔

۲۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ میدان کی طرف نکلے اور فرمایا۔

لَوْلَا اَنَّهُ السُّنَّةُ لَصَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ (سبل السلام ص۱۵۱)

یعنی اگر میدان کی طرف نکلنا مسنون نہ ہوتا تو میں نماز مسجد میں پڑھتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ باہر پڑھنے کی وجہ یہ بیان کرنا کہ مسجد نبوی تنگ تھی یہ کسی روایت میں نہیں آیا صرف مکہ کی حالت دیکھ کر یہ خیال کیا جاتا ہے حالانکہ مکہ کے باہر نزدیک کوئی فراخ میدان نہیں یہ اہل مکہ کے لئے معقول عذر ہے۔ اس لئے اہل مکہ کی حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر نماز پڑھنے کی وجہ مسجد کی تنگی بیان کرنا درست نہیں۔

اس کے علاوہ جمعہ میں ہجوم کم نہیں ہوتا تھا مگر باوجود اس کے جمعہ آپ مسجد ہی میں پڑھتے رہے۔ رہا بکر کا یہ کہنا کہ مسجد نبوی میں پچاس ہزار نماز کا ثواب ہے اگر مسجد کی تنگی کی وجہ نہ ہوتی تو اتنے بڑے ثواب سے کیوں محروم رہتے؟

اس کی بابت عرض ہے کہ بعض دفعہ اور وجوہات پیدا ہو جاتی ہیں جن سے غیر بہتر عمل بہتر ہو جاتا ہے مثلاً مسجد سب جگہوں سے بہتر ہے مگر نفل نماز گھر میں افضل ہے جس میں اہل مدینہ بلکہ اہل مکہ بھی داخل ہیں۔ پھر حضرت علی کا ارشاد مذکور اس بارہ میں صاف ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی تسلی بخش دلیل نہیں جس کی بنا پر ہم صحابی جیسے آگے بڑھیں۔ پس ترجیح اسی کو ہے کہ عید کی نماز باہر پڑھی جائے۔ ہاں اگر کوئی عارضہ ہو جیسے سوال میں ذکر ہے کہ میدان میں نجاست ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ مسجد میں پڑھ لی جائے مگر نجاست ایسی ہو کہ صاف نہ ہو سکے۔ اگر صاف ہو سکے تو میدان بہتر ہے۔ ہاں زید کا یہ کہنا کہ مسجد میں درست نہیں یہ بے دلیل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے حضرت علی نے افضلیت ہی سمجھی ہے۔ چنانچہ "لولا انه السنة لصليت فى المسجد" کے لفظ سے واضح ہے۔ نیز سبل السلام میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد ہے واستخلف من يصلى بضعفة الناس فى المسجد۔ یعنی حضرت علی کرم اور یعنی عورتوں اور بوڑھوں وغیرہ کے لئے ایک خلیفہ مقرر کیا جو ان کو مسجد میں نماز پڑھائے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ سب باہر جاتے تھے۔ نیز یہ کسی کا مذہب نہیں جو زید نے اختیار کیا ہے۔ صرف افضلیت اور غیر افضلیت میں اختلاف ہے۔ جواز عدم جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ پس زید کا مذہب سلف کے بالکل خلاف ہے۔ البتہ باوجود عذر نہ ہونے کے نماز عید ہمیشہ مسجد میں پڑھنا، اس میں مکروہ کی صورت ضرور پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں بلا وجہ افضلیت کا ہمیشہ ترک کرنا ہے۔

چنانچہ شاہ جیلانی رہ کا ارشاد ہے۔

وَالْاَوْلٰى اَنْ تُقَامَ فِى الصَّحْرَاءِ وَتُكْرَهُ فِى الْجَامِعِ اِلَّا لِعُذْرٍ (غنیہ)

یعنی عید کی نماز جنگل میں پڑھنی چاہیئے اور جامع مسجد میں بلا عذر عید پڑھنی مکروہ ہے

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۹ مارچ ۱۹۶۳ء

عید اور جمعہ اکٹھے آجائیں تو نماز ظہر کا حکم

سوال :۔ عید کے دن جمعہ کی رخصت ہے تو کیا نماز ظہر بھی معاف ہے یا صرف جمعہ کی رخصت ہے ہمارے ہاں دو صاحبِ علم بزرگوں کے ارشادات اس سلسلہ میں جداگانہ ہیں۔

ایک صاحب فرماتے ہیں۔

عید کے دن صرف جمعہ کی رخصت ہے نماز ظہر پڑھنی ضروری ہے۔

دوسرے صاحب فرماتے ہیں۔

جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے جب عید کے دن جمعہ معاف ہے تو نماز ظہر بھی معاف ہونی چاہیئے۔

اس مسئلہ میں صحیح راہنمائی فرمائی جائے۔

(محمد سعید لیہ ودی)

جواب :۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں عید اور جمعہ اکٹھے ہو گئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے عید پڑھائی اس کے بعد عصر تک گھر سے نہیں نکلے۔

اس واقعہ سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے عید کے دن نماز ظہر بھی نہیں پڑھی لیکن یہ ایک خاص واقعہ ہے۔ اور یہ اصول مسئلہ ہے کہ وقائع الاحیان لا یحتج بھا علی العموم یعنی خاص واقعہ سے عام استدلال نہیں ہو سکتا۔ اس میں احتمال ہے کہ شاید گھر میں اکیلے یا با جماعت نماز پڑھ لی ہو اور مسجد میں آکر نمازیوں کے ساتھ با جماعت نماز اس لئے نہ پڑھی ہو کہ عام طور پر جو لوگ پیچھے آتے ہیں اور خطبہ نہیں پاتے ان کو اشتباہ نہ پڑے کہ جمعہ پڑھا گیا ہے۔ یا ممکن ہے گھر سے نہ نکلنے کی کوئی اور وجہ ہے۔ اس قسم کے بعض استدلال اور بھی ہیں جو تسلی بخش نہیں۔ اور معاملہ فرض کا ہے اس لئے احتیاطاً نماز ظہر پڑھنی چاہیئے۔

رہی یہ بات کہ جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے جب جمعہ معاف ہے تو نماز ظہر بھی معاف ہونی چاہیئے۔ یہ اُلٹا استدلال ہے کیونکہ قائم مقام کے جانے سے اصل آجاتا ہے۔ حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے جو شخص جمعہ کی ایک رکعت پائے وہ دوسری ساتھ ملائے۔ اور جس کو ایک رکعت

بھی نہ ملے وہ ظہر پڑھے۔

اس بنا پر جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں جیسے عورت، مسافر، غلام وغیرہ ان کو نمازِ ظہر پڑھنے کا حکم ہے پس معلوم ہوا کہ قائم مقام یعنی جمعہ کے جانے سے نمازِ ظہر کی نفی نہیں ہوتی۔ پس عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے آ جائیں تو ایسی صورت میں جمعہ کی رخصت ہے پڑھے یا نہ لیکن اگر جمعہ نہ پڑھے تو ظہر ضرور پڑھنی چاہیئے۔ بہتر جمعہ پڑھنا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی رخصت دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا۔

وانا مجمعون ان شاء اللہ۔

یعنی ہم جمعہ پڑھیں گے۔ ان شاء اللہ

نوٹ:۔ اس مسئلہ میں دو فریق اور ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے جمعہ کے دن اصل جمعہ فرض ہے۔ اور ظہر اس کا بدل ہے۔ اس لئے اگر جمعہ معاف ہوا تو ظہر بھی معاف ہے۔ لیکن مشکوٰۃ کی مذکورہ بالا حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔ اس میں جمعہ نہ ملے تو ظہر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جن پر جمعہ فرض نہیں اُن کو ظہر پڑھنے کا حکم ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ سے روایت ہے کہ ظہر کی دو رکعت کم کر کے اُن کے قائم مقام خطبہ کر دیا گیا ہے یہ صاف دلیل ہے کہ نمازِ ظہر اصل ہے اور جمعہ اس کا بدل ہے۔

ظہرِ احتیاطی

دوسرا فریق کہتا ہے کہ جمعہ کے دن دو فرض ہیں۔ جمعہ اور ظہر اس بنا پر وہ جمعہ کے بعد ظہر بھی پڑھتے ہیں۔ اس کا نام احتیاطی رکھتے ہیں۔ یہ مذہب بھی غلط ہے کیونکہ قرآن مجید میں نمازِ جمعہ ہونے کے بعد کاروبار کے لئے جانے کی رخصت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض۔

اس کے علاوہ تعامل خیر القرون بھی اس کے خلاف ہے۔ اس میں سے کسی سے بھی جمعہ کے بعد نمازِ ظہر پڑھنا ثابت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ پہلے مذہب کو ہر صورت ترجیح ہے۔ یعنی جمعہ قائم مقام ظہر ہے۔ اگر کسی وجہ سے جمعہ نہ پڑھے تو نمازِ ظہر ضرور پڑھنی چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ عید کے بعد جمعہ کے لئے بھی حاضری ضروری ہوتی تو عید کی خوشی میں رکاوٹ اور بے لطفی سی پیدا ہو جاتی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۳ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ ۔ ۱۹ مئی ۱۹۶۱ء